حضرت تھانویؒ کی تعلیمات اور ہمارا معاشرہ

پروفیسر احمد سعید

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی زندگی اور آپ کے ملفوظات اور مواعظ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ آپ نے ہمیشہ حقوق العباد کی ادائیگی پر بے حد زور دیا، ملفوظات میں جگہ جگہ اس کا تذکرہ ملتا ہے کہ دیگر ''مشائخ کے یہاں تو بڑا اور بزرگ بناتے ہیں مگر میرے یہاں انسان بنانے پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے''۔ ہمارے معاشرے میں جو برائیاں پیدا ہو گئی ہیں، ان کے سدباب کی جانب حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے بہت کوشش کی۔

معاشرت، دین کا اہم جز:......زمانے کی ستم ظریفی ہے کہ ایک عام تاثر یہ پیدا ہو گیا ہے کہ دین صرف نماز، روزہ اور حج کا نام ہے، عملی زندگی سے دین کو ہم نے بالکل خارج کر دیا ہے، حضرت تھانویؒ نے اپنے ملفوظات اور مواعظ میں اسی مفروضہ کی بیشمار جگہ تردیدکی کہ دین صرف روزہ، نماز کا نام ہے، حضرت تھانوی قدس سرہٗ معاشرت کو دین کا ایک اہم جزو خیال فرماتے تھے، فرمایا:

> ''معاشرت کو تو لوگوں نے دن کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے، سمجھتے ہیں کہ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، تلاوت اور نوافل، بس ان چند چیزوں کے متعلق احکام ہیں، آگے جو چاہیں کرتے پھریں، جس کے معنی آج کل آزادی کے ہیں، سو خوب سمجھ لو تم کو آزاد نہیں چھوڑا گیا، بلکہ شریعت نے ہماری گفتار رفتار، نشست و برخاست، لین دین، کھانے پینے، ہر چیز سے تعرض کیا ہے، شریعت مکمل قانون ہے۔'' (الافاضات الیومیہ، صفحہ ۶۰۴)

فرمایا: ''آج کل عوام تو کیا خواص بھی سلیقہ کو دین نہیں سمجھتے، دین کی فہرست ہی سے خارج کر دیا ہے، چند چیزوں کا نام دین سمجھ رکھا ہے، حالانکہ قرآن مجید اور حدیث میں اس کے متعلق کافی تعلیم موجود ہے۔'' (الافاضات الیومیہ جلد:۶ صفحہ ۲۳۳)

ایک اور جگہ فرمایا: ''آج کل معاشرت کو تو دین کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے، اس کی کوئی اصل ہی نہیں سمجھتے، حالانکہ احادیث میں ابواب کے ابواب معاشرت کی تعلیم میں مدون ہیں۔'' (الافاضات حصہ ششم صفحہ ۳۲۳)

فرمایا: ''حسن معاشرت کو تو اچھے لکھے پڑے لوگوں نے بھی دین کی فہرست سے نکال دیا ہے، یہ باتیں دین سمجھی ہی نہیں جاتیں، محض روزہ، نماز، حج اور چند عقیدوں کو دین سمجھا جاتا ہے۔ آگے صفر...... حالانکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''اگر دو مسلمان قصداً پاس بیٹھے ہوں، محبت کی وجہ سے یا کسی مصلحت کی وجہ سے تو ان کے بیچ میں مت بیٹھو'' تو جب ایسی ایسی ہلکی باتوں کی نصوص میں تعلیم ہے تو اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ دین میں حسن معاشرت کی تعلیم ہے کہ نہیں۔'' (الافاضات جلد۴)

حضرت قدس سرہٗ حسن معاشرت کو جزو شریعت سمجھتے تھے، چنانچہ اس بارے میں فرمایا:

''حسن معاشرت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ لوگوں کو اذیت اور وحشت سے محفوظ رکھے، حسن معاشرت کا تعلق چونکہ عباد (بندوں) کی اذیت و راحت سے ہے، اس لئے وہ بھی جزو شریعت ہے اور اصلاح معاشرت کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو اذیت نہ پہنچائے۔'' (فیوض الخالق، قسط ہشتم صفحہ۲۲)

پابندی وقت:...... یورپ میں لوگوں کے پاس وقت نہیں ہوتا کہ وہ کام کر سکیں، لیکن ہمارا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، وقت کو ضائع کرنا ہمارا قومی شعار بن چکا ہے، لیکن ایک دوسری مشکل یہ ہے کہ ہم لوگوں کو پابندی وقت کی اہمیت کا بالکل بھی احساس نہیں ہے، حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اپنی زندگی میں اس طرح کا نظام الاوقات مقرر کر رکھا تھا کہ جن حضرات کو آپ سے ملنے کا اتفاق ہوتا اس کو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس وقت فلاں کام سرانجام دے رہے ہوں گے اور فلاں کام فلاں مقررہ وقت پر سرانجام دیں گے۔

ایک مرتبہ خود فرمایا: ''میں نے نظام الاوقات کے سلسلے میں کبھی کسی کو پریشانی میں نہیں ڈالا، جو انتظام ایک دفعہ ہو گیا اس کے خلاف کبھی نہیں کیا، اسی واسطے لوگوں کو میری تجویزوں پر اعتماد رہتا ہے۔''

وقت کی قدر و قیمت کے متعلق فرمایا:

''بے کار وقت کا کھونا بہت برا ہے، اگر کچھ بھی کام نہ ہو تو بھی انسان گھر کے کام میں لگ جائے، گھر کے کام میں لگنے سے دل بھی بہلتا ہے اور عبادت بھی ہے، یہ مجمعوں میں بیٹھنا خطرے سے خالی نہیں۔''

پابندی وقت کے متعلق فرمایا:

''ہر شخص اپنے وقت کا حساب کرے تو ثابت ہو جائے گا کہ نصف سے زیادہ وقت خراب ہوتا ہے، وقت کو خراب نہ کیا جائے تو بہت کام ہو جائیں۔ مگر پابندی وقت ہم لوگوں نے ایسی چھوڑی ہے، کہ اب اس کا کرنا نئی بات معلوم ہوتی ہے، بعض باتیں قومی شعار ہو جاتی ہیں، پھر سب اس کے خلاف کو عیب سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے تضیع اوقات شعار ہو گئی ہے۔ اب کوئی وقت کی پابندی کرے تو اس کو نکو بتایا جاتا ہے۔'' (حسن العزیز ج۴ صفحہ ۳۰۹)

مبہم بات:...... اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بات واضح طور پر نہیں کرتے بلکہ مبہم بات کرتے ہیں، جس سے

سننے والے کو سخت تکلیف اور مشکل ہوتی ہے، حضرت تھانویؒ اس بات کو سخت ناپسند فرماتے تھے کہ مبہم بات کی جائے۔ فرمایا:

''تکلفات اور رسومات نے تو معاشرت کا ناس کر رکھا ہے، مجھ کو مبہم بات سے ایسی پریشانی ہوتی ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ لوگ زیادہ نہ بولنے کو آداب سمجھتے ہیں، یہ تکلفات ایرانیوں سے سیکھے ہیں، مبہم بات بھی سنت کے خلاف ہے...... دیکھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کتنا واضح تھا مگر پھر بھی تین تین بار فرماتے تھے، چنانچہ دیکھئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا، آپؐ نے فرمایا: کون ہے؟ اس نے کہا: میں ہوں، آپ نے فرمایا: میں، میں کیا ہوتا ہے، اپنا نام لو'' بعض لوگ آتے ہیں کہ اپنا خادم بنا لیجئے، مطلب یہ ہوتا ہے کہ مرید کر لیں، مگر یہ کلام مجمل ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اپنے دامن میں لے لیجئے، اس کا تو مطلب یہ ہونا چاہئے کہ داماد بنا لیجئے، مجمل کلام بولنا تہذیب نہیں ہے، تعذیب ہے۔'' (کمالاتِ اشرفیہ صفحہ ۱۲۶)

صفائی:...... حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اپنے ملفوظات میں بے شمار جگہ اس بات کا اظہار کیا ہے کہ مسلمانوں کی اچھی عادات اور اصولوں کو غیروں نے اختیار کر کے ترقی کر لی ہے اور مسلمانوں نے اپنے ہی اصولوں کو خیر باد کہہ دیا ہے، ان ہی اعلیٰ اصولوں میں ایک عادت صفائی کی بھی تھی۔ فرمایا:

''غیر مسلم اقوام نے اسلام کے اصول لے لئے ہیں اور مسلمانوں نے چھوڑ دیئے ہیں، پریشان ہیں، تکلیف اٹھا رہے ہیں، مدارس میں ایک انگریز مسلمان ہوا، مسجد میں نماز کے لئے آیا، دیکھا کہ نالی میں صفائی نہ تھی، اس پر اس نے خادمِ مسجد سے کہا کہ ذرا صفائی رکھنا چاہئے، تو جاہل لوگوں نے کہا کہ بڑا صفائی صفائی گاتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تو عیسائی ہے، گویا مسلمان وہ ہے جس میں صفائی نہ ہو، میلا کچیلا رہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ، لوگوں میں بالکل حس نہیں رہا، دیکھئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''نظفوا فنیتکم'' یعنی گھر سے باہر جو اس کے سامنے میدان ہے، اس کو صاف رکھو، سو ظاہر ہے کہ جب مکان سے باہر کی صفائی کا اس قدر اہتمام ہے تو خود گھر کی صفائی کس قدر مطلوب ہے۔'' (الافاضات الیومیہ جلد ۵ صفحہ ۳۳۷)

دورانِ گفتگو، سلام و مصافحہ:...... بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ دو اشخاص جب مصروفِ گفتگو ہوں تو آ کر بیچ میں مصافحہ کرنے لگتے ہیں، حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو یہ بات سخت ناپسند تھی، آپ فرماتے تھے کہ ''اگر دو افراد مصروفِ گفتگو ہوں تو آنے والے شخص کو چپکے سے آ کر بیٹھ جانا چاہئے۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ بیچ میں آ کر سلام کر کے لٹھ سا مار دیا اور مصافحہ کرنے لگے۔ یہ بڑی سخت بدتمیزی ہے اور ایذا کا موجب ہے''۔ (حسن العزیز صفحہ ۲۲۲)

ایک مرتبہ مغرب کی نماز کے بعد ایک صاحب سے حضرت تخلیہ کی گفتگو فرما رہے تھے۔ ایک صاحب پاس آ کر بیٹھ گئے اور کچھ کہنا چاہا، حضرت نے فرمایا کہ جہاں دو آدمی بیٹھے تخلیہ کی باتیں کر رہے ہوں، وہاں بلا اجازت آ کر بیٹھنا شرعاً گناہ ہے، یہ سن کر وہ سلام کر کے چلے گئے۔ فرمایا:

"یہ لیجئے، کہنا یہ تھا کہ اس طرح آ کر بیٹھنا گناہ ہے، بس سلام کر کے اٹھ کر چلے گئے، یہ نہ ہوا کہ ان کے فارغ ہونے کے بعد مل لیتے، اب مجھے بداخلاق کہتے ہوں گے، حکم شرعی سے بھی اطلاع نہ کرتا، ایسی خوش اخلاقی تو نہیں کر سکتا۔"

انتظام کی اہمیت:...... حضرت تھانوی قدس سرہٗ ہر کام کو انتظام سے کرنے پر بے حد زور دیتے تھے، فرمایا:

"انتظام بڑی برکت کی چیز ہے، ہر کام میں انتظام کی ضرورت ہے، اگر میں یہ خاص قواعد اور اصول منضبط نہ کرتا تو اس قدر کام نہ ہو سکتا تھا، بہت وقت فضول ضائع اور بیکار ہی جاتا، یہ سب انتظام کی برکت ہے اور یہ سب اسلام کی ہی تعلیم ہے، مسلمانوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ غیر قوموں نے اختیار کر لیا ہے، راحت میں ہیں۔" (الافاضات الیومیہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۲)

گھر میں ایک چیز جہاں سے اٹھاتے تھے، اس کو وہیں رکھ دیتے، اس سے ایک تو چیز کو تلاش کرنے میں جو ذہنی کوفت ہوتی ہے، اس سے بھی بالکل محفوظ تھے، دوسرے وقت کا ضیاع بھی نہیں ہوتا تھا، اس بات کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"لوگوں کو تو عادت نہیں صفائی اور انتظام کی، الجھی ہوئی طبیعتیں ہیں، میرا تو گھر میں بھی یہی معمول ہے کہ جو چیز جہاں سے اٹھاتا ہوں وہیں خود رکھتا ہوں، مثلاً قلمدان، دیا سلائی گھر میں جہاں سے اٹھاتا ہوں، وہیں رکھتا ہوں، دوسرے پر اس کام کو نہیں چھوڑتا ہوں۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۲ صفحہ ۴۰)

ایک مرتبہ کسی چیز کو حضرت قدس سرہٗ نے ایک خاص جگہ رکھا تھا، اٹھانے والے نے دوسری جگہ رکھ دیا، ڈھونڈنے میں دقت ہوئی، فرمایا:

"میرے اصول ہیں کہ جہاں سے جو چیز اٹھاؤ اس کو وہیں رکھ دو، لوگ کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سختی کرتا ہے، دیکھئے یہ پریشانی ہوتی ہے، گو تھوڑی ہی پریشانی ہے، لیکن کسی مسلمان کو دوسرے کے فعل سے یہ پریشانی ہو، کیا مشکل ہے کہ جو چیز جہاں سے اٹھاؤ، وہاں رکھ دو۔" (حسن العزیز جلد اول صفحہ ۱۴۲)

دوسروں کی راحت رسانی:...... حضرت تھانوی قدس سرہٗ اپنی راحت سے زیادہ دوسروں کی راحت اور آسانی کا کس قدر خیال رکھتے تھے، اس کا اندازہ صرف اس بات سے ہو سکتا ہے، فرمایا:

"میں تو یہاں تک خیال رکھتا ہوں کہ لفافہ میں جو خط رکھتا ہوں، اس میں بھی اس کا خیال رہتا ہے کہ کہیں نشیب فراز نہ رہے، مناسبت کے ساتھ کاغذ موڑ کر رکھتا ہوں، یوں جی چاہتا ہے کہ کسی کو ذرا سی بھی الجھن نہ ہو۔" (الافاضات ج ۴ صفحہ ۲۷۵)

کم آمدنی والوں کے لیے اہم اصول:...... ہم اپنی روزمرہ زندگی میں بار بار اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ ہماری آمدنی کم ہے اور خرچ زیادہ، حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے نزدیک اس مسئلہ کا حل یہ تھا کہ جو چیز ہمارے اختیار میں ہے، اس کو کم کرنے کی کوشش کریں اور اپنے روپے کو طریقہ سے خرچ کریں، لیکن اس مسئلے کے سب سے اہم پہلو کی جانب

سب سے زیادہ زور دیتے تھے، یعنی آمدنی جائز ہو، فرمایا:

''ہم لوگوں کے کسی کام میں بھی سلیقہ نہیں رہا، کچھ ایسی بے حسی چھا گئی ہے، آمدنی کو دیکھو تو اس میں جائز ناجائز کی پروا نہیں، خرچ کو دیکھو تو اس میں موقع محل کا کہیں پتہ نہیں، اس کے متعلق میرٹھ کے ایک رئیس زادے نے عجیب بات کہی، کہتے تھے کہ لوگ بڑے بے وقوف ہیں جو چیز غیر اختیاری ہے، یعنی آمدنی اس کی تو فکر کرتے ہیں، اور جو چیز اختیاری ہے یعنی خرچ کم کرنا، اس کی فکر نہیں، بڑے کام کی بات کہی ہے، واقعہ یہی ہے کہ آمدنی مسلمانوں کی کچھ کم نہیں، بشرطیکہ طریقہ سے ضرورت میں صرف کریں تو کبھی پریشانی نہ ہوگی۔'' (الافاضات الیومیہ جلد ۴ صفحہ ۶۳۴)

مہمان نوازی کے آداب:...... مہمان نوازی مسلمانوں کا ایک مذہبی شعار ہے، لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ہم نے اس میں بھی تکلفات اور رسومات کو شامل کر لیا جس سے مہمان نوازی میں بھی بہت خلل پیدا ہو گیا، عام طور پر ایک رواج یہ ہو گیا ہے کہ مہمان کے لئے اپنی پسند کا کھانا تیار کیا جاتا ہے، حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ مہمان کی پسند کو فوقیت دی جائے، مثلاً اگر میزبان مرغ پسند کرتا ہے لیکن مہمان کو چاول پسند ہیں تو لازمی امر ہے کہ مہمان اس دعوت سے لطف اندوز نہیں ہو سکے گا، حضرت تھانویؒ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ مہمان کی مرضی اور اس کے مذاق کے موافق کھانا تیار ہونا چاہیے۔ فرمایا: ''خدا جانے یہ رواج کیا ہے کہ مہمان کے لئے کھانا اپنے مذاق اور خواہش کے موافق پکاتے ہیں، حالانکہ موٹی سی بات ہے کہ جب اس سے خوش کرنا مقصود ہے مہمان کا تو اس کے مذاق کے موافق ہونا چاہیے، ورنہ اس کی خوشی تو نہ ہوئی، یہ تو اپنی خوشی ہوئی، فرض کرو، کسی کو چاول نقصان دیتے ہیں، تو کیا یہ انسانیت ہے کہ چاول اس کو ضرور کھلائے جائیں، اگر اس کو چاول سے نقصان ہوا تو یہ کیا مہمانی ہوئی، مگر رسوم ایسے غالب آئے ہیں کہ اس کی کچھ پروا نہیں، میرے نزدیک مہمان کو وہی چیز کھلانی چاہیے جو اس کو مرغوب ہو لیکن ایسا نہیں کیا جاتا۔'' (حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۱۹۹)

مہمان نوازی کے بارے میں حضرت قدس سرہٗ کو یہ بات بالکل ناپسند تھی کہ مہمانوں کی فوج ہی میزبان کے گھر پہنچ جائے، چنانچہ فرمایا: ''آج کل معاشرت تو اس قدر خراب ہوگئی ہے کہ اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کی جاتی کہ ہماری اس بات سے کسی دوسرے کو تکلیف پہنچے گی یا اس کی پریشانی کا سبب ہوگا، اب مہمان داری ہی کو لیجئے، گاڑیاں چھکڑے بھر بھر کر میزبان کے گھر پہنچ جاتے ہیں، نہ یہ کہ اس غریب کے گھر کھانے کو ہے یا نہیں، خصوصی طور پر کسی کی بیماری یا موت کے موقع پر تو ایسا کرنا بہت ہی ظلم اور بے رحمی کی بات ہے۔'' (الافاضات الیومیہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۰)

بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ میزبان نے کھانا ختم کر دیا ہے، لیکن مہمان کی بھوک ابھی ختم نہیں ہوئی ہے، چنانچہ مہمان بے چارے کو بھی اپنا کھانا ختم کرنا پڑتا ہے، حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اس بات کو بھی واضح کیا کہ مہمان کے ساتھ ساتھ کھانا چاہیے، تاکہ مہمان کو اکیلے کھانے پر شرمندگی نہ ہو، فرمایا: ''لوگوں نے معاشرت کے متعلق تو سوچنا چھوڑ دیا ہے، شریعت نے طرز معاشرت کو نہایت مکمل بنایا ہے''۔ (مقالات حکمت صفحہ ۱۲۷)............☆